معاصر مسلم ریاستوں کے خلاف خروج کا مسئلہ

[پاکستان مرکز برائے مطالعات امن (PIPS) اسلام آباد کے زیر اہتمام مجالس مذاکرہ کی روداد]

پہلی مجلس مذاکرہ

قابل بحث نکات

الف۔ خروج کا جواز وعدم جواز

۱۔ ریاست کے تمام شہری ایک معاہدے کے تحت اس کے پابند ہوتے ہیں کہ نظم حکومت کے خلاف کوئی مسلح اقدام نہ کریں۔ کیا معاہدے کی یہ پابندی ہر حالت میں ضروری ہے یا اس میں کوئی استثنا بھی پایا جاتا ہے؟

۲۔ اگر بعض اسباب اور وجوہ سے پابندی لازم نہیں رہتی تو وہ کون سے حالات ہیں؟ کیا اپنے دفاع کی خاطر یا حکمرانوں کو شریعت نافذ کرنے پر یا قومی مصالح کے خلاف اختیار کردہ پالیسیاں بدلنے پر مجبور کرنے کے لیے یا غیر اسلامی نظام حکومت کی جگہ اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے اس معاہدے کی خلاف ورزی جائز ہوگی؟

۳۔ ایک پہلے سے قائم نظام حکومت میں مسلح جدوجہد ایک ناگزیر ضرورت ہے یا تبدیلی کے لیے اصلاً مطلوب اور معیاری طریقہ؟ اگر یہ ایک ناگزیر ضرورت ہے جسے بامر مجبوری اختیار کرنا چاہیے تو 'ضرورت' کے حدود کیا ہیں؟ آیا یہ صرف دفاع تک محدود ہے یا مثبت طور پر کچھ مقاصد مثلاً نفاذ شریعت کا حصول بھی اس کے دائرے میں آتا ہے؟

۴۔ احادیث میں حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی ممانعت نہایت تاکید اور شدت سے بیان ہوئی ہے؟ اس ممانعت کی اصل شرعی وجہ کیا ہے؟

(i) حکمران کی اطاعت کے اصول کے خلاف ہونا؟

(ii) نظام حکومت یا حکمرانوں کے انتخاب کے حوالے سے قوم کے اکثریتی یا اجتماعی فیصلے کی نفی؟

(iii) حکمرانوں کے بگاڑ کے مقابلے میں جان ومال کے ضیاع اور افتراق وانتشار کا زیادہ بڑا مفسدہ ہونا؟

(iv) جدوجہد کے عملاً کامیاب ہونے کا عدم امکان؟

۵۔ اگر خروج سے کوئی نیک اور اعلیٰ مقصد مثلاً شریعت کا نفاذ، ظلم وستم کا خاتمہ وغیرہ حاصل کرنا مقصود ہو تو شرعی ہدایات کی روشنی میں ان مقاصد اور مذکورہ اصولوں کی پاس داری میں سے ترجیح کس کو حاصل ہونی چاہیے؟

ب۔خروج برائے دفاع

۶۔اگر ریاست کسی گروہ کے خلاف ظلم اور تشدد کی مرتکب ہو تو کیا وہ گروہ اپنے دفاع میں یا انتقام کے لیے ہتھیار اٹھا سکتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس گروہ کے لیے شریعت میں متبادل ہدایات کیا ہیں؟

۷۔احادیث میں حکمرانوں کی ظالمانہ پالیسیوں کے باوجود ان کے خلاف تلوار اٹھانے سے منع کیا گیا ہے۔کیا اس ممانعت کا تعلق اس صورت سے بھی ہے جب کوئی خاص گروہ ریاستی تشدد کا نشانہ بن رہا ہو اور اپنے دفاع میں ہتھیار اٹھانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ پائے؟

۸۔ظالم حکمرانوں کے خلاف خروج کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا موقف کیا ہے اور موجودہ صورت حال میں اس کے انطباق کا امکان اور عملی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ اگر موجودہ صورت حال میں وہ قابل عمل نہیں تو فرق کے اسباب ووجوہ کیا ہیں؟

ج۔خروج برائے نفاذ شریعت

۹۔یہ بات مسلم اہل دانش بالعموم تسلیم کرتے ہیں کہ مروجہ جمہوریت کے راستے سے معیاری اسلامی نظام کا قیام کم وبیش ناممکن ہے۔ایسی صورت میں اسلامی نظام کے قیام اور نفاذ شریعت کے لیے مسلح جدوجہد کا راستہ اختیار کرنے کا کیا حکم ہے؟

۱۰۔مسلم دنیا کا موجودہ حکومتی نظم عبوری اور وقتی وعارضی ہے جس میں تبدیلی لانا مقصود ہے یا اصل ہے جس کی بقا ودوام اور استمرار مطلوب ہے؟ اگر عبوری ہے تو اس میں تبدیلی کا مجوزہ طریقہ کار کیا ہے اور اس کی کامیابی کا امکان کتنا ہے؟

۱۱۔اگر جمہوری نظام میں شریعت کا معیاری نفاذ ممکن نہیں اور اس مقصد کے لیے جمہوری جدوجہد کے علاوہ کوئی متبادل راستہ اختیار کرنا بھی جائز نہیں تو کیا معیاری اسلامی نظام کے قیام سے مستقل طور پر دست برداری اختیار کر لی جائے گی؟

د۔ظلم کی تائید کے خلاف خروج

۱۲۔اگر مسلمانوں کی کوئی حکومت کسی دوسری مسلمان حکومت کے خلاف اہل کفر کی یلغار میں انھیں تعاون فراہم کر رہی ہو تو مقدم الذکر ریاست کے باشندوں کی شرعی ذمہ داری کیا بنتی ہے؟ آیا وہ حکومتی فیصلے کی اطاعت کرتے ہوئے تعاون میں شریک ہو جائیں یا غیر جانب دار رہیں یا ریاستی فیصلے کے برخلاف حملے کی زد میں آنے والے مسلمانوں کی مدد کریں؟

۱۳۔اگر ان کے لیے ایسی صورت میں حملے کا شکار ہونے والے مسلمانوں کی مدد کرنا جائز یا فرض ہے تو کیا ایسا کرتے ہوئے اپنی ہی حکومت کے خلاف لڑنا ان کے لیے جائز ہوگا، کیونکہ وہ حملہ آوروں کا ساتھ دیتی ہے؟ اگر جائز نہیں تو کیوں؟ اور اگر جائز ہے تو کیا انھیں حق پر سمجھا جائے گا یا ریاست کا ناجائز باغی؟

ہ۔خروج بر بنائے تکفیر

۱۴۔احادیث میں حکمرانوں کے خلاف خروج کی ممانعت بیان کرتے ہوئے 'کفر بواح' کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا

ہے۔ 'کفر بواح' سے کیا مراد ہے اور کن صورتوں کو اس کا مصداق قرار دیا جا سکتا ہے؟

۱۵۔ اگر کسی مسلم ریاست کے دستور میں اصولی طور پر قرآن وسنت کی پابندی اور نفاذ شریعت کی ضمانت دی گئی ہو، لیکن آئین کی بعض ذیلی دفعات شریعت کے مطابق قانون سازی میں مانع ہوں یا عملاً بعض خلاف اسلام قوانین نافذ ہوں تو کیا اسے 'کفر بواح' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ بالخصوص جبکہ آئین اور قانون میں ترمیم اور اصلاح کا راستہ اصولی طور پر کھلا ہے؟

۱۶۔ کیا 'کفر بواح' کے تحقق یا عدم تحقق کا فیصلہ کرتے ہوئے آئین اور دستور کی تصریحات کو اصل معیار سمجھنا چاہیے یا حکمران طبقات کے طرز فکر اور طرز عمل کو؟ اگر دستور نفاذ اسلام کی ضمانت دیتا ہو جبکہ حکمران طبقات اس کے لیے ذہنی طور پر مخلص نہ ہوں جبکہ بعض افراد نفاذ شریعت کے خلاف باغیانہ خیالات بھی رکھتے ہوں یا حکمرانوں کی عمومی سیاسی پالیسیاں اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہوں تو آیا اس صورت حال کو 'کفر بواح' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

۱۷۔ اگر 'کفر بواح' کا تحقق فرض کر لیا جائے تو کیا ایسی صورت میں خروج کا محض جواز ثابت ہوتا ہے یا وجوب؟ دونوں صورتوں میں کیا خروج کے عملاً نتیجہ خیز کی شرط بھی عائد ہوگی یا نتائج واثرات سے صرف نظر کرتے ہوئے 'خروج' کرنا جائز یا واجب ہو جائے گا، خاص طور پر اس صورت میں جب 'کفر بواح' کے ارتکاب کے باوجود حکمران جماعت کو عمومی سیاسی تائید حاصل ہو؟ نیز ایسی صورت میں 'خروج' کے حکم کا مخاطب کون ہوگا؟ مسلمان عوام یا سیاسی جماعتیں یا مسلح افواج یا کوئی بھی گروہ؟

۱۸۔ اس استدلال میں کتنا وزن ہے کہ استبدادی طرز حکومت کے برخلاف، جس میں حکمرانوں کی تبدیلی کے لیے کوئی پرامن راستہ موجود نہیں ہوتا، جمہوری طرز حکومت میں رائے عامہ کی بنیاد پر حکمرانوں اور حکومتی پالیسیوں میں تبدیلی کا راستہ موجود ہے، اس لیے ایک جمہوری نظام میں خروج اور مسلح جدوجہد کو کلیتاً ناجائز ہونا چاہیے؟

و۔ عمومی سوالات

۱۹۔ خروج کے اصولی جواز کی صورت میں عملی اقدام کے لیے کیا باغی قیادت کو قوم کا عمومی اعتماد حاصل ہونا ضروری ہے یا کوئی گروہ اپنے تئیں بھی خروج کا فیصلہ اور اقدام کر سکتا ہے؟

۲۰۔ مسلم ریاست کے کچھ باشندے اگر مخصوص صورت حال میں کسی گروہ کی طرف سے خروج کے اقدام کو جائز تصور کرتے ہوں تو کیا ان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ ان کی وابستگی علانیہ ہو یا وہ بظاہر ریاست کے مطیع ہوتے ہوئے بھی باغی گروہ کی تائید وامداد کر سکتے ہیں؟ امام ابوحنیفہ کی طرف سے خروج کرنے والوں کی امداد کی نوعیت کیا تھی؟

۲۱۔ اگر باغی گروہ کی خفیہ امداد جائز ہے تو کیا اس سے ریاست کی وفاداری اور اطاعت کے معاہدے پر زد نہیں پڑتی؟ کسی معاہدے کی بظاہر پاسداری کرنے اور خفیہ طور پر خلاف ورزی کرنے کی شرعی واخلاقی حیثیت کیا ہوگی؟

محمد مجتبیٰ راٹھور (پاک انسٹی ٹیوٹ فار پیس اسٹڈیز، اسلام آباد)

معزز علماء کرام اور مہمانان گرامی!